HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

سندھی زبان کے لسانیاتی نظریات کا تحقیقی مطالعہ

(The Research Study of Linguistics Theories in Sindhi Language)

ڈاکٹر حاکم علی برڑو

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پاکستانی زبانیں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract: The Indus valley is the most ancient civilization in the world. This valley flourish by Indus river. The excavation of Mohenjo-Daro belongs to Sindh and the civilization of Harappa in Punjab, leads river Ravi reveals the high level of organised living styles of these two civilizations. Sindhi language is derived from Indo Aryan linguistic group which is too close to Arabic and Persian script. This research paper reveals the different theories of different scholars in Sindhi language.

وادی سندھ اپنی قدامت، وسعت کے لحاظ سے دنیا کی کئی قدیم تہذیبوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ وادی اپنے قدیم اور عظیم دریا سے بھی موسوم ہے جسے دریائے سندھ کہا جاتا ہے۔ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ دنیا کے وسیع و عریض، طویل و عمیق اور قدیم دریاؤں میں سے ایک ہے۔

وادی سندھ کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ یہ تہذیب جس علاقے میں پروان چڑھی اسے دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا سیراب کرتے تھے اس تہذیب کے آثار سندھ میں موہنجودڑو اور پنجاب میں دریائے راوی کے کنارے ہڑپا (ضلع ساہیوال) میں پائے گئے ہیں۔

> ”تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب آریائی لوگ اس وادی میں داخل ہوئے تو وہ اس دریا کی وسعت کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور انھوں نے اسے سمندر سمجھ لیا اسی بات کو بنیاد بنا کر انھوں نے اس کا نام ”سندھو“ رکھ دیا۔ سنسکرت زبان میں سمندر کو سندھو کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اسے سندھو سے سندھ پکارا جانے لگا۔ اس دریا سے نسبت کی وجہ سے اس وادی کو ”وادی سندھ“ کہا گیا۔ دریائے سندھ اس وادی کے لیے ایک نعمت ہے جس کی لمبائی اڑھائی سو میل اور یہ سطح سمندر سے ۱۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کا پھیلائو ساڑھے چار لاکھ مربع میل ہے۔ چار ہزار سال پہلے سے یہ دریا تجارت اور آمد و رفت کا ذریعہ رہا ہے۔ اسی کے ذریعے اس وقت کی اہم ترین تہذیبوں لیسوپوٹیا اور مصر تک کی تجارت ہوتی تھی۔ اسی طرح سکندرِ اعظم کی فتح کے بعد صدیوں تک یونانی جہازوں میں مختلف قسم کا سامان اسی دریا کے ذریعے وادی سندھ میں لایا اور لے جایا جاتا رہا۔ آج بھی قدیم دریائی تجارت کے آثار موجود ہیں۔(1)“

وادی سندھ دریائے ھاکڑہ اور دریائے سندھ کے دامن میں پروان چڑھی۔ ان بڑے دریاؤں کی وجہ سے یہاں بڑی تہذیبیں سامنے آئیں۔ اسی طرح باہر کے باشندے بالخصوص آسٹریلیا اور عراق و مصر یہاں پر آباد ہونے لگے۔ باہر کے ان لوگوں نے یہاں پر محنت کی اور اس علاقے کو اپنا مسکن بنایا اور ادھر کے ہی ہو کر رہ گئے۔

> ”چونکہ وادی سندھ سندھ میں ایشیائی قوموں کے لیے دلکشی کے کافی سامان مہیا تھے اس لیے ہزاروں سال قبل مسیح سے یہ وادی بیرونی ترک تاز کا ہدف بنی رہی۔ سب سے پہلے دراوڑ نامی ایک قدیم قوم مغرب کی طرف سے وادی سندھ میں وارد ہوئی۔ اس

قوم کا آبائی وطن مصر تھا۔ یعنی بحر روم کا سواحلی علاقہ! وہاں سے یہ لوگ عرب و عراق میں آاترے جہاں سامی نسل کی اقوام آباد تھیں۔ چنانچہ یہ قوم بھی ان سے خلط ملط ہو جانے پر سامی النسل کہلانے لگی۔ وادی سندھ میں ان کے آنے سے قبل کچھ سمیری موجود تھے لیکن یہاں دراوڑوں کے آنے پر ان ہی کا سکہ چلنے لگا۔ سمیری کسی شمار و قطار میں نہ تھے، نہ رہے(2)!

وادی سندھ میں جن دو تہذیبوں نے ترقی کی اور اپنا نام و مقام بنایا وہ دراوڑ اور آریا تھے۔

جب ۱۹۲۴ء میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے مقام پر کھدائی کی گئی تو وہاں سے نکلنے والی انسانی کھوپڑیوں میں زیادہ تر کا تعلق بحیرہ رومی نسل سے تھا۔ اسی سے محققین کی یہ بات سچ ثابت ہوئی ہے کہ دراوڑ وادی سندھ میں بیرون سے سب سے پہلے آئے اور یہاں کے ہو کر رہ گئے۔ دراوڑ تہذیب کو ہڑپائی تہذیب بھی کہا جاتا ہے۔

وادی سندھ میں تہذیبی ارتقا بھی اس زمانے میں شروع ہوتا ہے جس کی وجہ سے کئی نئے شہر آباد ہونے لگے۔ مکانات کی تعمیر، مصنوعات کی تیاری، تجارت، لین دین، بیل دار گاڑیوں کا وجود، ذرائع مواصلات سے تہذیبی ارتقا شروع ہوا جو کہ اپنے عروج پر جانے لگا۔ اسی طرح ہڑپائی تہذیب اپنے اس مقام سے نکل کر موجودہ صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ، صوبہ خیر پختونخواہ، جنوبی بلوچستان کے علاوہ بھارت کے صوبہ پنجاب، ہریانہ، راجھستان اور گجرات کے علاقوں تک پھیل گیا۔

> ”یہ دراوڑ کون تھے اور آئے کہاں سے تھے؟ اس سوال کا جواب موہنجوداڑو کے معمے کے حل میں بے حد معاون ثابت ہو گا۔ موجودہ دور کے آرکیالوجسٹوں اور ماہرین نسل (elhnologists) کے یہاں مقبول نظریہ یہ ہے کہ یہ لوگ عظیم میڈی برینین نسل کا ایک ہی حصہ تھے ان کا وطن مالوف غالباً لیبیا ہو گا۔ جہاں کے لوگ مصری سلطنت سے پہلے کے دور میں یورپ کے جنوبی خطوں اور مصر میں پھیل گئے تھے اور جو اس زمانے میں تمدن کا ایک اہم مرکز ”لیبیا“ معلوم ہوتا ہے یہی تمدن لیبیا کے یہ باسی ہندوستان لے کر آئے جو بعد میں دراوڑی کہلانے لگے اور یہ تمدن ہندوستان میں پہلے سے آباد کاروں (Negritoes) اور کولیرین (Kolariaus) لوگوں کے تمدنی امتزاج سے مزید نکھر گیا۔ اس امتزاج کا نسلی ثبوت تو نتائج سے ظاہر ہے اگرچہ دراوڑی سفید نام نسل سے تھے مگر آریائی حملہ آوروں نے انھیں ”سیاہ چہرہ اور بغیر ناک کے“ کہا ہے اگر یہ سیاہ فاموں کے ساتھ اس قدر گھل مل گئے کہ ان کی بعض خصوصیات ان میں آگئیں تو پھر آسٹرک (Austric) لوگوں کے ساتھ ان کا امتزاج تو اور بھی زیادہ ہو گا کیونکہ آسٹرک لوگ نسلاً ان سے بہت زیادہ مختلف نہ تھے۔ دو نسلوں کے ملاپ سے بننے والی نئی نسل برتر ہوتی ہے اور نتیجتاً اُس کا تمدن بھی برتر ہوتا ہے۔ موہنجوداڑو کا رسم الخط بین ثبوت ہے کہ پہلے سے موجود آباد کاروں کے ساتھ ملاپ سے دراوڑی تمدن میں نئی جان پڑ گئی۔(3)

وادی سندھ کی قدیم قوموں میں دراوڑوں کے بعد آریا تھے یہ لوگ ۱۵۰۰ ق م میں گروہ در گروہ وادی کابل سے گزر کر کوہ ہندوکش کے راستے وادی سندھ میں داخل ہوئے۔ جلد ہی یہ لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور دراوڑوں پر حملہ آور ہونے لگے جبکہ دراوڑ بہت حد تک ترقی یافتہ اور معاشی و معاشرتی طور پر مضبوط لوگ تھے۔ مگر آریاؤں کے حملہ آور ہونے کے بعد یہ منتشر ہو گئے۔ کچھ آریاؤں سے لڑتے لڑتے جنگلات میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ آریاؤں کی غلامی قبول کرتے ہوئے وہیں رہنے لگے اور کچھ آریا بھی دراوڑوں سے دور دور رہے اس طرح انھوں نے اپنی تہذیب و ثقافت اور زبان و ادب کو دراوڑی اثرات سے محفوظ رکھا۔ تاکہ یہ اپنی ثقافت، زبان اور مذہب کی برتری کو دراوڑوں پر باور کرا سکیں۔

اسی طرح یہ واضح ہو چکا ہے کہ آریاؤں نے اپنی تعریف و توصیف کے لیے ہی لفظ ”آریا“ کو سب سے پہلے استعمال کیا اور خود کو دراوڑوں سے ممتاز کرنے کے لیے بھی استعمال کیا۔ جن کی نسل اور طور طریقوں کو وہ خود سے کم تر سمجھتے تھے۔

''اصل آریاالنسل کہ جن سے ہندوستانی اور ایرانی بعد میں الگ ہوئے کبھی بھی بحیثیت ایک قوم کے ہندوستان یا ایران میں نہیں رہے۔ وہ ہندوستانی جو سنسکرت بولتے تھے، ہندوستان کے اصل باشندے نہ تھے۔ ہندوستانیوں کے قدیم ترین مراکز جن کا ہمیں تذکرہ ملتا ہے موجودہ پنجاب میں تھے۔ وندیداد کے پہلے فرغہ میں ہپتَ ہندیا ہندوستان کا تذکرہ کیا گیا ہے جسے قدیم کندہ شدہ تحریروں ہندوش (Hindus) کہا گیا ہے۔ ایک طویل عرصہ تک ہپتَ ہندؤں یعنی سات ہندوستان کا مفہوم نامعلوم ہی رہا۔ وندوں میں اس کی وضاحت ملتی ہے کیونکہ رگ وید کی مناجات میں سپٹ سندھوا، یعنی سات دریائوں کا اکثر تذکرہ کیا گیا ہے اور یہی ہندوستانیوں کا وطن ہے...... دریائے سندھ کا سنسکرت نام سندھوSindhu ہے ہندو Hindu نہیں۔ جبکہ لفظ انڈس (Indus) ہندو سے ماخوذ ہے۔(4)''

برصغیر کی قدیم تاریخ میں سب سے اہم بات آریائوں کا ان کے آبائی وطن وسطِ ایشیا سے جنوبی ایشیا میں داخل ہونا ہے۔ یہ لوگ شمال مغربی پہاڑوں، دروں سے شمالی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ وسط ایشیا میں خوراک کی کمی اور نئی نئی چراگاہوں اور سرسبز میدانوں کی تلاش انھیں ہندوستان لے آئی۔ اس کے علاوہ خاندانی جھگڑے، آبادی میں اضافہ بھی ملک چھوڑنے کا سبب بنے۔

''شروع میں آریوں نے سندھ کے ادھر جتنے ملک فتح کیے۔ سب کا نام سندھ ہی رکھا یہاں تک کہ پنجاب کی سرحد سے بھی آگے بڑھ گئے نام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جب گنگا تک پہنچ کر رک گئے تو اس کا نام ''آریہ ورت'' رکھا مگر ہندوستان سے باہر اس نام کو شہرت حاصل نہیں ہوئی۔(5)''

وادی سندھ کی تہذیب کے آثار سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں موہنجوڈرو میں کھدائی کے دوران دریافت ہوئے۔ یہاں سے ملنے والی اشیاء میں زیورات، مٹی و کانسی کے برتن، مہریں، بیل گاڑی، کشتی، کھلونے، مجسمے نکلے اور مختلف جانوروں کے ڈھانچے شامل ہیں۔ یہاں سے چوڑیوں اور سرخ مٹی کے منکے دریافت ہوئے ہیں جو بچے اور عورتیں پہنتی تھیں اس کے علاوہ قیمتی پتھر اور سیپیوں سے بنے زیورات بھی یہاں استعمال ہوتے تھے۔

اسی طرح دوسرا اہم مقام ہڑپہ ہے۔ یہاں سے اس تہذیب کے باشندوں کا کافی اثاثہ دریافت ہوا ہے۔ اس میں مٹی کے پکے ہوئے برتن، مہریں اور وزن کرنے والے اوزان شامل ہیں۔ مہریں پکی مٹی، تانبے اور چاندی کی بنی ہوئی تھیں۔ مہروں پر ہاتھی اور کوہان والے بیل کی تصویریں نمایاں ہیں۔ اوزار کانسی سے تیار کیے جاتے تھے۔ دونوں شہروں سے ملنے والی اشیاء میں مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں شہر وادی سندھ کی تہذیب کا حصہ تھے۔

افریقہ اور ایشیا میں اب تک دنیا کی چار قدیم ترین تہذیبیں دریافت کی گئی ہیں جن میں مصر، میسوپوٹیما (عراق)، سومیری اور وادی سندھ شامل ہیں۔ وادی سندھ کی تہذیب ان قدیم تہذیبوں کی ہم عصر شمار کی جاتی ہیں۔

وادی سندھ کی تہذیب کے مذہب کا اندازہ مہروں پر موجود دیوی اور دیوتائوں کی تصاویر سے ہوتا ہے کہ وہ لوگ دیوی دیوتائوں کی پوجا کرتے تھے۔ مٹی کے اور پتھروں کے بت پوجنے کے لیے بنائے جاتے تھے۔ لوگ درختوں کو متبرک خیال کرتے تھے۔ حیوانوں کی بھی پرستش کا رواج تھا۔

یہاں کا علاقہ مختلف حصوں میں تقسیم تھا۔ لوگوں کی اکثریت غریب تھی۔ مردوں اور عورتوں میں کام تقسیم تھے۔ عورتیں آٹا پیستیں، کپڑا تیار کرتیں اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرتیں تھیں۔ وادی سندھ کے لوگ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ان کا رسم الخط بہت دلچسپ اور پیچیدہ تھا۔ لکھنے کا ایک بہترین نظام تھا جس میں ۴۰۰ علامات تھیں۔ اسے تاجر، فوجی اور سیاسی افراد استعمال کرتے تھے۔

سندھی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

سندھی زبان کا شمار جنوب ایشیا کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے۔ یہ زبان مختلف ارتقائی مراحل طے کر کے موجودہ مقام تک پہنچی جس میں اس کو اپنے ارتقائی سفر میں بہت سی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں:

> ”سندھی بولی کی تشکیل اور بننے کا بنیادی دور تقریباً رائے اور برہمن حکومت اور عرب حکومت کا دور ہے اور اس دور کو چھٹی صدی عیسوی سے گیارھویں صدی عیسوی تک سمجھنا چاہیے۔ اس دور کو چھٹی صدی عیسوی سے گیارھویں صدی عیسوی تک سمجھنا چاہیے اس دور میں موجودہ سندھی بولی متشکل ہوئی۔ ہمارے یقینی تو کیا کوئی احتمالی دلیل بھی اس کے لیے موجود نہیں کہ برہمنوں اور عربوں کی حکومت سے قبل موجود سندھی زبان کا کوئی ساہلکا خاکہ بھی کسی صورت میں موجود تھا۔(6)“

جب ماہرین لسانیات اور محققین نے سندھی کی تحقیق پر کام شروع کیا انھیں اس زبان میں عجب بات ملی۔ لسانی ماہرین کی تجاویز مختلف نظر آتی ہیں۔ سندھی زبان کی گرامر پر کام کرنے والے ڈاکٹر ٹرمپ سندھی کو سنسکرت کی شاخ قرار دیتے ہیں۔ یہ رائے انھوں نے سندھی زبان میں سنسکرت الفاظ کی موجودگی کی وجہ سے دی۔ جبکہ بھیرومل بھی اسی سوچ و فکر کا کامل ہے۔ جبکہ سراج الحق میمن کا کہنا ہے کہ سندھی پر سنسکرت کے اثرات نہیں بلکہ سنسکرت نے سندھی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے مطابق:

> ”اگر الفاظ کی کثرت مذکورہ رائے کا موجب بن سکتی ہے تو اسے بے شمار الفاظ خود سندھی نے سنسکرت کو دے کر مقروض کر دیا ہے لہٰذا یہ کیوں نہ کہا جائے کہ سندھی سنسکرت کی نہیں بلکہ سنسکرت سندھی کی شاخ ہے۔(7)“

سندھی زبان آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس پر دراوڑی سنسکرت یونانی ترکی اور فارسی کے اثرات ہیں۔

جبکہ اس کے لہجوں میں زیریں سندھ اور راجھستانی میں جدگالی، گنداولی، فکری، لاسی، کچھی اور نوری مستعمل ہیں اس کے علاوہ باقی علاقوں میں کوہستانی، سرائیکی اور وچولی لہجے عام ہیں۔

> ”ساتویں یا آٹھویں صدی ہجری میں سندھی زبان کے ادب کا آغاز ہوا لیکن سومروں، سموں، ارغونوں، ترخانوں کے عہد میں سرکاری اور علمی زبان صرف فارسی رہی اور سندھی ادب بالکل ابتدائی حالت میں رہا۔ البتہ کلھوڑوں کے دور میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسے صوفی اور جلیل القدر شاعر پیدا ہوا۔ جس کا سارا سندھی کلام فارسی اثرات کا آئینہ دار ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی صوفی تھے۔ قرآن حکیم اور مثنوی مولانا رومؒ کا باالتزام مطالعہ فرماتے تھے۔ مثنوی کے بعض اشکار کا ترجمہ انھوں نے سندھی میں کیا بلکہ چینیوں اور رومیوں کا قصہ بھی مثنوی ہی سے اخذ کر کے اپنے مشہور رسالے میں شامل کیا۔ جس کو ”شاہ جو رسالو“ کہتے ہیں۔(8)“

بعض ماہرین کے مطابق سندھی زبان ”بیرونی دائرے“ کی بولیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جن میں پنجابی، سندھی، گجراتی، راجپوتی، مرہٹی، مشرقی ہندی، بہاری، بنگالی، اڑیسہ اور آسامی بولیاں بھی شامل ہیں۔ اور اندرونی دائرہ میں مغربی ہندی اور اس کی شاخیں شامل ہیں۔

سر جارج گریئرسن بھی اسی نظریے کا قائل تھا وہ کہتا ہے کہ آریا گروہ در گروہ ہندوستان میں آئے۔ پہلا گروہ گنگ و جمن کے کنارے آباد ہوا تو دوسرے گروہ نے پہلے گروہ کو شمالی جنوب اور جنوب مغرب کی طرف دھکیل دیا۔ وہ اندرونی آریائی کہلائے۔ انھوں نے زرخیز چراگاہوں، ہرے بھرے میدانوں اور آبی وسائل پر قبضے کر لیے جبکہ شکست خوردہ پرانے آرین کم وسائل کے ساتھ بیرونی آرین کہلائے۔ لیکن گریئرسن اور ان کے رفقاء کا یہ نظریہ قبولیت حاصل نہ کر سکا جبکہ زبانوں کا آپس میں ملنے اور ایک دوسرے میں جذب ہونے کا نظریہ زیادہ اہمیت کا حامل رہا۔ کیونکہ اس کی بنیاد سائنٹیفک طریقہ کار پر ہے۔ زبانوں کا آپس میں ایک دوسرے میں ضم ہو جانا ایک ارتقائی عمل ہے۔ چنانچہ قدیم دراوڑوں اور آریاؤں کی زبانوں نے مقامی اور علاقائی بولیوں کے ساتھ ارتقائی عمل سے گزر کر ایک نئی زبان، ثقافت اور بولی کی شکل اختیار کر لی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ماہرین کے مطابق ہندوستان میں زبانوں کی تشکیل تین ادوار میں ہوئی۔

۱۔ پہلا دور سنسکرت اور اس زمانے کی بولیوں کا دور ہے جو کہ ۱۵۰۰ ق م سے ۵۰۰ ق م تک کا ہے۔

۲۔ دوسرا دور پراکرتوں کا ہے جو کہ ۵۱۰ ق م سے ۶۰۰ ق م تک ہے۔

۳۔ تیسرا دور اپ بھرنشوں کا ہے جو کہ ۶۰۰ عیسوی ۱۰۰۰ عیسوی تک کا ہے۔

اس طرح جدید ہند آریائی زبانوں کا وقوع ۱۰ صدیاں پہلے کا ہے جبکہ ہند آریائی کی تخلیق اس سے پہلے کی ہے۔

> ”قدیم پراکرت کے بعد ہونے والے رست وخیز میں سندھی زبان کسی قدر محفوظ رہی ہے جب کہ دوسری طفیلی بولیاں اس حد تک ڈوبتی چلی گئی ہیں (کہ ان کے خد وخال بھی شناخت نہیں ہوئے) اپنے ابتدائی مطالعے کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ پراکرت کے قواعد وضوابط کے ماہر کرم دشوار نے جو اصول اپ بھرنش کے سلسلے میں وضع کیے تھے۔ وہ سب کے سب آج بھی سندھی زبان پر لاگو سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرح سندھی زبان ایک خود مختار زبان کا درجہ حاصل کر جاتی ہے جو ہر چند اپنی اصلیت کے بارے میں ساتھی زبانوں کی شریک رہی ہے لیکن بڑی حد تک ایک مختلف زبان بھی ٹھہرتی ہے۔(9)“

جدید سندھی ادب کے معمار مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں:

> ”سندھی زبان آریائوں کی قدیم زبانوں کے شجرے میں شامل ہے اس شجرے کے پیش نظر اسے پراکرت کی بیٹی اور سنسکرت کی نواسی کہا جاتا ہے۔(10)“

سید مظہر جمیل اپنی کتاب ”مختصر تاریخ زبان و ادب“ میں مختلف ماہرین کے حوالہ جات کے تحت لکھتے ہیں:

> ”بھیرومل مہر چند آڈوانی جو سندھی زبان کے بنیاد گزار ماہر لسانیات میں اہم مرتبہ رکھتے ہیں لکھتے ہیں ”سندھی اور دوسری ایسی زبانیں جو سنسکرت کے تال میل سے ہو کر نکلی ہیں وہ بگڑی ہوئی پراکرت بولیاں ہیں لیکن انھیں بگڑی ہو سنسکرت کہا جائے تو بھی روا ہوگا، اس لیے کہ ان کی بنیاد سنسکرت ہی ہے۔(11)“

مذکورہ بالا نقطہ ہائے نظر کے برعکس ایک دوسرا نظریہ بھی ہے جس کے تحت سندھی سنسکرت سے براہِ راست نہیں نکلی ہے چنانچہ عصر جدید کے محقق جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ”سندھی بولی جی مختصر تاریخ“ میں سندھی زبان کی ساخت پرداخت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے اور تمام مروجہ لسانی نظریات کی جانچ پڑتال کے بعد لکھا ہے:

> ”سندھی زبان براہِ راست سنسکرت سے نہیں نکلی ہے بلکہ سنسکرت سے قبل وادی سندھ میں بولی جانے والی قدیم زبان ہے۔ لہندا، کشمیری اور شمالی سندھ کی دراوڑی زبانیں اس کی بہنیں ہیں لیکن ساخت اور تاریخی ارتقا کے لحاظ سے وہ برعظیم کی دوسری ہند آریائی زبانوں سے نرالی ہے اس لیے کہ ان کی تشکیل اور نشو نما میں ہند ایرانی اور مغرب سے واصل ہونے والی دوسری زبانوں کو دخل ہے۔(12)“

گریرسن کی بندر بانٹ اور عجیب الخلقت نظریات سے سندھ کے جدید محققین کو ہمیشہ اختلاف رہا ہے اسی طرح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں: ”یہ محض ظنی نتیجہ ہے کہ سندھی وارچڈ اپ بھرنش سے نکلی ہے اس قسم کے نتیجے میں کوئی ٹھوس علمی دلیل نہیں۔“

پروفیسر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اپنی تصنیف "سندھی ادب کی مختصر تاریخ" میں مختلف ماہرین لسانیات کی مستند آرا کی بنیاد پر سندھی زبان کے قدیم اپنی اصلیت پر قائم رہنے کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانے کی اتھل پتھل کے باوجود سندھی زبان نہ صرف معدوم نہیں ہوئی بلکہ اس نے بڑی حد تک اپنی اصل ہیئت کو برقرار رکھا ہے۔(13)

سراج میمن نے اپنے تفصیلی بحث ومباحثے سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سندھی اور سنسکرت ایک ہی مادے سے پیدا ہوئی ہیں اور سندھی زبان نے سنسکرت پر زیادہ اثرات مرتب کیے ہیں یہ نسبت ان اثرات کے جو سنسکرت نے سندھی زبان پر مرتب کیے ہیں۔

اب صورتحال یہ ہے کہ سندھی زبان کے ماہرین و محققین واضح طور پر تین گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

ا۔ ایک گروہ سندھی زبان کو سنسکرت اور قدیم پراکرت وغیرہ کی زائیدہ بتاتا ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ سندھی زبان کو سنسکرت سے بھی قدیم تر اور اپنی ذات میں مکمل زبان ٹھہراتا ہے۔اور سنسکرت اور سندھی کو ایک ہی ماخذ کا زائیدہ جانتا ہے۔

۳۔ تیسرا گروہ اس خیال کا حامی ہے کہ سندھی زبان کسی قدیم سومیری، عبرانی یا مغرب سے آئی ہوئی زبان سے نکلی ہے اور اس کی ساخت اور صوتیات سنسکرت کی ساخت اور صوتیات سے مختلف ہیں۔

حوالہ جات

1. محی الدین زور، سید، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، لاہور، مکتبہ معین الادب، اردو بازار، س ن، ص 7
2. جی اے گریئرسن، برصغیر کی بولیوں کا لسانی جائزہ، جلد 8، مترجم ڈاکٹر فہمیدہ حسین، حیدرآباد، سندھی بولی جو بااختیار ادارو، 2000ء، ص 60
3. نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر، سندھی بولی اور ادب جی مختصر تاریخ، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، س ن، ص 19
4. سراج الحق میمن، سندھی بولی، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، 1964ء، ص 55
5. ایضاً، ص 58
6. نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر، سندھی بولی اور ادب جی مختصر تاریخ، جلد دوم، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، س ن، ص 160
7. سراج الحق میمن، سندھی بولی، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، 1964ء، ص 5
8. نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر، سندھی بولی اور ادب جی مختصر تاریخ، جلد دوم، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، س ن، ص 66
9. بھیرومل آڈوانی، قدیم سندھ، سندھی ادبی بورڈ، 1980ء، ص ص 396، 397
10. قلیچ بیگ، مرزا، سندھی ویاکرن، حصہ اول، سندھی ادبی بورڈ، س ن، ص 14
11. بھیرومل آڈوانی، سندھی بولی جی تاریخ، سندھی ادبی بورڈ، اشاعت، 8، س ن، ص 11
12. نبی بخش خان بلوچ، ڈاکٹر، سندھی بولی اور ادب جی مختصر تاریخ، جلد دوم، حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، س ن، ص 22
13. ایضاً، ص 24